مُغلوں کا تعلق گجرات سے

جناب ہدایت الرحمٰن صاحب محسنی ایم اے

(۲)

دیکھنے کی بات یہ ہے کہ انگریزوں اور پرتگالیوں کی باہمی جنگ وجدال میں مغل بادشاہ کا رویہ کیا رہا تھا۔ پرتگالیوں اور انگریزوں میں سب سے پہلا مقابلہ ۱۶۱۱ء میں سورت کے قریب ہوا تھا۔ جس میں انگریزوں کے بیڑہ کو پسپا ہونا پڑا۔ دوسرا مقابلہ ۱۶۱۲ء میں سوالی کے قریب ہوا۔ تیسرا مقابلہ ۱۶۱۴ء میں ہوا جس میں ہزیمت پرتگالیوں کے حصہ میں آئی اس موقعہ پر پرتگالیوں نے سورت کے مغل صوبہ دار مقرب خاں کی طرف دستگیری کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر شنوائی نہ ہوئی کیونکہ مغلوں کا رُخ انگریزوں کی طرف ہو چکا تھا۔ جہانگیر نے تزکِ جہانگیری میں پرتگالیوں کی اس شکست کا ذکر کرتے ہوئے انتہائی مسرت کا اظہار کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پرتگالیوں کی کمان بالکل اُتر چکی تھی اس وقت انگریزوں کی مقرب خاں سے سوالی کے بارے میں بات چیت بھی ہوئی تھی اور قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ سوالی پر انگریزوں کو پڑاؤ ڈالنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ جس پر پرتگالیوں نے مایوس اور رنجیدہ ہو کر انگریزوں کے بندرگاہ سے روانہ ہونے والے بیڑہ پر حملہ کر دیا تھا۔ اگرچہ اس محلہ کا صرف انگریزوں سے ہی تعلق تھا، مگر مغل بادشاہ نے انگریزوں کا ساتھ دیا اور اس واقعہ کے بعد سے دربار میں پرتگالیوں کی رسائی بند کر دی گئی۔ اور اندرونِ ملک میں ان پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کر دی گئیں۔ ان واقعات سے یہ امر پوشیدہ نہیں رہتا کہ مغلوں اور

تگالیوں کی چشمک زنی انگریزوں اور پرتگالیوں کی تاجرانہ رقابت ہی کا نتیجہ تھی ۔ یہ دونوں یورپی طاقتیں مشرق میں ایک کامیاب تجارتی واسطہ پیدا کرنے کے لیے ہندوستان کے مغربی ساحل پر اپنا اپنا اثر پیدا کرنا چاہتی تھیں ۔ کیونکہ سورت بجا طور پر ہندوستان کا بحری دروازہ کہلا سکتا ہے اس لیے یہ دونوں اس کے حصول میں سرگرم عمل نظر آتی ہیں ۔ آگے چل کر سر تھامس رو نے گجرات کے قیام کے دوران میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو لکھا تھا ۔ "سوالی کی سڑک اور سورت کا بندرگاہ مغلوں کی تمام ارض مملکت میں ہمارے لیے بہترین مقامات ہیں"

مغلوں نے پرتگالیوں کے خلاف جب جنگ شروع کی تو یہ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ ان کے تعلقات ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیںگے ۔ لڑائی کی ہماہمی اور جہانگیر کا غیظ و غضب اس خیال کو اور بھی تقویت دیتے ہیں مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جنگ کے شعلے ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں اور ہزیمت خوردہ پرتگالیوں کے لیے مغلوں کی صلح کا دروازہ کھل جاتا ہے ۔ اگر انگریزوں کی بے رخی اور ماحولی واقعات پر ہم ایک نظر نہ ڈال لیتے تو شاید اس فوری تبدیلی کا تجزیہ دشوار ہو جاتا ۔ جہانگیر کا غیظ و غضب پرتگالیوں کے خلاف کیوں بڑھا اور پھر کیوں زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا ، اس کا واحد جواب وہ انگریز افسران تھے ۔ انگریزوں نے اپنے رویہ سے شریف دل مغل شہنشاہ کو ایسا بددل کر دیا تھا کہ اس کے مہر و الفت سے بھرے ہوئے دل میں ان کے لیے کوئی گوشۂ التفات باقی نہ رہا تھا ۔ یہی سبب ہے کہ پرتگالیوں کے وائسرائے کے ساتھ اب جو معاہدہ کیا گیا وہ بہت سخت تھا ۔ اس کی رو سے یہ طے پایا تھا کہ انگریزوں سے تمام تجارتی مراعات واپس لے لی جائیں اور پرتگالیوں کو سورت میں پڑاؤ ڈالنے کی اجازت دے دی جائے ۔

پرتگالیوں سے مغلوں کا جو معاہدہ ہوا اس پر ایک طرف نواب مقرب خاں کے دستخط ثبت ہیں اور دوسری طرف پرتگالیوں کے نمائندہ لوگوں کیلو نیٹو ڈا فونیکا کے ۔ یہ مسودہ ابھی چند

سال قبل عہد حاضر کے ایک بڑے تاریخی محقق ریونڈ فادر ایچ ہیراس نے گوا کے پرتگالی کاغذات
میں دریافت کیا ہے۔ معاہدہ کے ضروری حصہ پر ایک نظر دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔

معاہدہ "یہ خیال کیا جاتا ہے کہ برطانوی اور ڈچ لوگ تاجروں کے بھیس میں ان اطراف ملک میں
بسنے اور فتوحات حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کیونکہ یورپ میں ان کی زندگی انتہائی عسرت
اور فلاکت میں بسر ہو رہی تھی۔ بنا بریں ان کی موجودگی دیارِ ہند میں نقصانِ عامہ کا باعث ہے
اور اس خطرہ کا مظاہرہ ان واقعات سے بھی ہو چکا ہے جو مغل سلطنت اور پرتگالیوں کے مناف
کا باعث بنے ہیں۔ اس لیے ہم شہنشاہ جہانگیر اور حکومتِ پرتگال کی طرف سے امن و امان کے
نمائندے بن کر یہ طے کرتے ہیں کہ آئندہ مذکورۂ بالا اقوام سے کوئی تجارتی تعلق باقی نہ رکھینگے
نہ ان کو اپنے بندرگاہوں پر امان حاصل کرنے دینگے نہ ان کو سامانِ رسد فراہم ہونے دینگے اور
دوسری اشیاء ضروریہ مہیا کرینگے۔ بلکہ ہمارا فرض ہوگا کہ ان کو اپنے بندرگاہوں میں داخل ہو
سے تین مہینہ کے اندر اندر گجرات کے سمندر سے باہر نکال دیں اور اگر کبھی ایسا ہو کہ وہ سورت پ
قابض ہونا چاہیں تو شہنشاہِ ہند پرتگالیوں کو اجازت دینگے کہ وہ اپنا سامانِ حرب ان کے م
اور مدافعت میں سورت کے اندر لے آئیں۔ حکومت کی پوری اعانت ان کو حاصل ہوگی۔ برطانو
تاجر جو اس وقت ملک میں موجود ہیں فوراً مع اپنے سامان کے میسولی پٹم کے راستہ سے باہر نکلیں
۱۔ امن و امان اور ربطِ باہمی قائم کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مغل اور پرتگالی پر
واقعات کی کوفت دل سے دور کر دیں۔ اور ان نقصانات کو بھول جائیں جو باہمی کشمکش میں
اُٹھانے پڑے ہیں۔ اور جنگ یا دیگر ذرائع سے آئندہ بدلہ لینے کی کوشش نہ کریں۔ اور تعلقا
پر استواری سے قائم رہیں۔ پرتگالیوں پر سلطنتِ ہند کی بندرگاہوں اور دیگر علاقوں میں کسی
قسم کی پابندی نہ رہیگی۔ اسی طرح مملکتِ ہند کی رعایا بھی پرتگالیوں کے بندرگاہوں پر آزاد ہوگی

۲۔ شہنشاہ جہانگیر ان تمام پرتگالی قیدیوں کو رہا کرنے کے لیے احکامات جاری کر دیں گے
[مملکت] ہند میں محروس ہوں اور ابھی تک مسلمان نہ ہو گئے ہوں۔ اسی طرح حکومت پرتگال مغل
[رعا]یا کو بھی رہا کر دیگی جو پرتگالیوں کی اسیر ہو اور اب تک عیسائی نہ بنی ہو۔

۳۔ پرتگالیوں کے اس سامان میں سے جو شہنشاہ جہانگیر کی مملکت میں محروس ہے مغل
[حکو]مت ستر ہزار زر افن اس ذخیرہ مرجان کے عوض میں لے لیگی جو مغل جہاز سے پرتگالیوں
[نے] چھین لیا تھا۔ یا پرتگالیوں کا تمام زر و اسباب واپس کر دیا جائیگا اور پرتگالی ویسرائے ستر ہزار
[زرا]فن کی مقررہ رقم ادا کر دیگا۔"

اس معاہدہ کی باقی ماندہ دفعات جہازوں کی درآمد و برآمد کے بارہ میں یا بحری لٹیروں
[سے م]تعلق ہیں، اس لیے نظر انداز کی جا سکتی ہیں۔ مذکورہ بالا معاہدہ پر ۷۔ جون ۱۶۱۵ء کو دستخط کیے
[گئے] تھے۔

اگر جہانگیر میں اکبر کا سا رحم و کرم اور جذبۂ عفو و فرو گذاشت نہ ہوتا اور کچھ عرصہ بعد سر
[ٹام]س رو جیسا ہوشمند انگریز نمائندہ حاضر دربار نہ ہوتا تو شاید اس واقعہ کے بعد انگریزوں کو تاریخ
[ہند م]یں کوئی سیاسی وقار حاصل نہ ہو سکتا۔

[گجرا]ت میں جہانگیر کا ورود | ۱۶۱۸ء کے موسم گرما کا آغاز تھا جب بغرض سیر و سیاحت مالوہ سے ہوتے ہوئے
[جہان]گیر احمد آباد میں وارد ہوا۔ اور تقریباً پانچ مہینے تک یہیں مقیم رہا۔ شہنشاہ کا طویل قیام، ہندوستان
[کی مم]تاز شخصیتوں کا عظیم الشان اجتماع اور جملہ عمائدین سلطنت کی موجودگی اس ورود شاہی کو صوبۂ
[گجرا]ت کے لیے وہ غیر معمولی اہمیت بخشتے ہیں جس کی گجرات کی تاریخ میں دوسری مثال نہیں
[ملتی۔] اس وقت اس دور افتادہ خطۂ زمین پر سلطنت مغلیہ کی تمام سر برآوردہ ہستیاں موجود تھیں۔ ملکۂ
[نورج]ہاں عہد مغلیہ کی واحد حکمراں خاتون شہنشاہ کے ہمرکاب تھی۔ یہ محض روایتی حکمراں ملکہ نہ تھی بلکہ

پرتگالی سکہ

اس کے خوبصورت چہرہ کا عکس سکوں پر باقاعدہ ڈھالا جاتا تھا۔ جملہ ملکی انتظامات اور سیاسی تحریکات
میں اس کا خوش فکر اور رسا دماغ کام کرتا تھا۔ مزید براں اس شاہی اجتماع میں ملکہ کا باپ اعتماد
الدولہ اور بھائی آصف الدولہ جو باوقار اور با اختیار وزیر سلطنت تھا بصد شان وشکوہ شامل تھے
دیگر برگزیدہ عمائدین سلطنت کے علاوہ تاریخ ہند کے ایک بہت اہم شخصیت سر تھامس رو
بھی مع انگریزی تزک واحتشام اور سفارت خانہ کے بادشاہ کے جلو میں موجود تھی۔ سر تھامس رو کے
ساتھ اس کے سفارتی عملہ میں ایک اور قابل ذکر شخص، ریورنڈ ایڈورڈ ٹیری بھی تھا، جو بعد میں اس
زمانہ کے بڑے مورخ کی حیثیت سے ممتاز ہوا۔ شاہزادہ خرم جو شاہجہاں کے لقب اور ولیعہد کے
اعزاز سے معنون ہو چکا تھا اور بعد میں گجرات کی گورنری پر مامور ہوا شاہی جلوس کے لیے باعث
زینت بنا ہوا تھا۔ گجرات میں جہانگیر کا قیام زیادہ طویل نہ ہوتا، مگر آگرہ سے وحشتناک خبریں موصول
ہو رہی تھیں کہ وہاں سخت طاعون پھیلا ہوا ہے۔ ایسی صورت میں حفظ ماتقدم کے طور پر واپسی برابر
ملتوی ہوتی رہی۔ کچھ عرصہ کے بعد برسات کا موسم شروع ہوگیا۔ سفر کی دشوارگذار منزلیں آب طوفان
کی صعوبتوں کی کس طرح متحمل ہو سکتی تھیں۔ لیکن بادشاہ کو علم نہ تھا کہ آسمانی اثرات سے بچنا انسانی کام
نہیں ہے۔ تھوڑے دنوں کے بعد گجرات میں بھی ایک خاص قسم کے مہلک بخار کی وبا پھیلنے لگی جس
سے تمام امراء، انگریزی سفارت کے افسران اور خود جہانگیر اور ولیعہد شاہزادہ خسرو بھی نہ بچ سکے۔
اس وبا کی تباہ کاری کا صحیح اندازہ برطانوی سفارت کے افسر ایڈورڈ ٹیری کے بیان سے ہوتا ہے
وہ اپنی تصنیف "مشرقی ہند کی سیاحت" میں رقمطراز ہے۔

"احمد آباد کے شہر میں اس مہلک وبا کا اثر مئی ۱۶۱۸ء میں رونما ہوا۔ اس کی تباہ کاریوں
سے ہماری جماعت بھی نہ بچ سکی۔ نو دن میں ہمارے سفارت خانہ کے سات انگریز چل
بسے مرنے والوں میں سے بستر مرگ پر بیس گھنٹوں سے زیادہ کوئی بھی نہ رہا ہوگا۔ اکثر تو

گھنٹوں کے اندر ہی ختم ہو گئے۔ خود ہمارے ڈاکٹر کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ وہ بیچارہ ایک روز دوپہر کے وقت
پڑا اور نصف شب سے پہلے ہی مر چکا تھا۔ یہ مرض بھی عجیب قسم کا تھا۔ سب سے پہلے تو بخار ہوتا تھا۔ پھر
ر کی شدت اس قدر بڑھتی تھی کہ تمام جسم پھکنے لگتا تھا۔ جب مریض مرنے لگتا تو اُس کے سینے پر بڑے بڑے
اور نیلے داغ نمایاں ہو جاتے تھے۔ مرتے وقت جسم اتنا تیز گرم ہو جاتا تھا کہ بدن کو ہاتھ لگانا دشوار ہو جاتا"

ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں شاہی پارٹی کا دارالخلافہ گجرات میں قیام پذیر رہنا کچھ خوشگوار نہ تھا۔ ویسے
گرمی میں خاک اور ریت کی آندھیاں، اور گرم لو کی شدت گجرات کی خصوصیت ہے۔ چنانچہ ان ناگوار
حالات سے متاثر ہو جہانگیر نے تورک جہانگیری میں گجرات کے دارالحکومت احمد آباد کا خاکہ نہایت ترش اور تیز
الفاظ میں کھینچا ہے۔ جو دلچسپی سے خالی نہیں۔ پہلے وہ اپنی علالت کا ذکر اس طرح پر کرتا ہے۔

"روز سہ شنبہ پانزدہم اثر گرانی در دِ سر در خود یافتم۔ آخر بہ تب منجر شد۔ شب پیالہ ہائے معتاد را نخوردم و بعد از نیم شب آزارِ خمار بر محنت تپ افزودم۔ تا دم صبح بر بستر می طپیدم آخر روز کم شنبہ شانزدہم تپ تخفیف یافت و باستصواب حکما شب ثلثان معتاد پیالہ خوردہ شد۔ و بجہت خوردن شوربائے ماش و برنج ہر چند تکلیف می کردند و مبالغہ می نمودند۔ نتوانستم بخود قرار داد تا بحدِ تمیز رسیدہ ام۔ یاد ندارم ہرگز شوربائے بو خان خوردہ باشم امید کہ بعد ازیں ہم حاجت نہ افتد۔ چوں دریں روز غذا آوردند طبیعت رغبت نہ نمود۔ مجملاً سہ روزہ و دو شب بفاقہ گذشت۔ باآنکہ یک ثبان روز تپ کشیدہ ام ضعف و بے طاقتی بحدیست کہ گویا مدتہا صاحب فراش بودہ ام۔ اشتہا مطلق نماندہ و بطعام رغبت نمی شد"

احمد آباد کی مذمت میں کہتا ہے:۔

"در حیرتم کہ بانیٔ ایں شہر را چہ لطافت و خوبی منظور بودہ کہ در چنیں سرزمینِ بے فیض

شہر ساختہ بعد از دیگراں نیز عمر عزیز خود را دریں خاکدان بر ہمہ چیز گذرانیدہ اند۔ ہوائیش مسموم و زمینش کم آب و ریگ بوم و گرد و غبار بحدے کہ پیش ازیں شرح دادہ شد، آب بغایت زبوں و ناگوار و رودخانہ کہ در کنارِ شہر واقع است بصابون گاذراں و دغاب شدہ۔ مردم اعیان کہ بقدر سامانے دارند در خانہ ہائے خود برکہا ساختہ اند در ایام برسات از آب باراں پُر می سازند۔ و تا سالِ دیگر ازاں آب میخورند۔ و مضراتِ آبلے کہ ہرگز ہوا بادو نرسد و راہ بر آمدِ بخار نداشتہ باشد ظاہر است بیرونِ شہر بجائے سبزہ دریاحین تمام صحرا زقوم زار است و نسیمے کہ از روئے زقوم وزد فیض او معلوم مصرع

اے تو مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم

پیش ازیں احمد آباد را گرد آباد گفتہ بودم الحال نمیدانم کہ سموستان نام نہم یا بیمارستان خوانم یا زقوم زار گویم یا جہنم آباد کہ شامل جمیع صفات است ۔"

باوجود شدت علالت۔ غایت کمزوری اور اس برہمیٔ مزاج کے جو مذکورہ بالا بیان سے آشکار ہے جہانگیر قیام گجرات میں شاہانہ فرائض سے بالکل غافل نہیں ہوا۔ ہر روز بھدرے کے قلعہ میں جو دریائے سابرمتی کے مقابل واقع ہے بادشاہ منظر عام پر جھروکے میں بیٹھ کر اپنے پسندیدہ شغل داد و انصاف کا کام دیتا رہا۔ اسی دوران میں راؤ بھارہ والیٔ کچھ جو گجرات کے صوبہ کا سب سے بڑا جاگیر دار تھا شہنشاہ کے حضور میں باریابی کے لئے حاضر ہوا۔ راؤ بھارہ کا کوئی مورث اعلیٰ آج تک گجرات کے بادشاہ کے دربار میں حاضر نہ ہوا تھا۔ جہانگیر نے اس احترام اور اعزاز کا خاص اثر لیا۔ راؤ بھارہ کی خوب آؤ بھگت کی شاید اس کی مزید وجہ یہ بھی ہو کہ کچھ کا یہ حکمراں نہایت سن رسیدہ اور تا ہنوز جسمانی طاقت اور شخصی وجاہت میں و نیز ادب و آداب اور دماغی رفعت میں سبق آموزِ روزگار تھا۔ راؤ بھارہ کے باریابی کے وقت جہانگیر کے کتب خانہ کا محافظ حاضر ہوا۔ اور اس نے اطلاع دی کہ شہنشاہ کے دو سالہ عہد حکومت کے متعلق شاہی سوانح یعنی

گیر نامہ کے تمام مسودات مرتب ہو چکے ہیں۔ شہنشاہ نے ان مسودات کو ایک جلد میں منسلک کرنیکے احکامات ر کئے، اور حکم دیا کہ اس کی کئی نقلیں تیار کی جائیں جو مملکت ہند کے معتبر اور پسندیدہ خدمت امرا میں تقسیم جائیں تاکہ وہ ہدایت عمل حاصل کر سکیں۔ ان نقول میں سب سے پہلی جلد شہنشاہ نے گجرات ہی کے قیام میں س نفیس شاہجہاں کو جو اس وقت شہزادوں میں سب سے زیادہ مقرب اور ولی عہد تھا تاریخ اور مقام رش کرکے پیش کی۔

احمد آباد کے قیام میں ابوالحسن مصور نے جس کا خطاب نادر الزماں تھا بادشاہ کی جناب میں ایک تصویر گذرانی جس میں تخت نشینی کا منظر دکھلایا گیا تھا۔ یہ تصویر جہانگیر نامہ کے سرورق کو زینت دینے کے لئے بنائی تھی۔ جہانگیر جس کی فنون لطیفہ کے بارہ میں بصیرت مسلم ہے اس تصویر کو دنیا کی فن مصوری کا شاہکار کہتا ہے

۱۶۱۸ء میں شب برات کا جشن گجرات کے پایہ تخت میں شاہانہ آن بان کے ساتھ منایا گیا، حکم دیا گیا کہ ریہ تالاب کی تمام سیڑھیوں کو اور اس کے گرد و پیش کے محلات اور دیگر عمارات کو رنگ برنگ کے فانوسوں سے منور یا جائے۔ آتش بازی اور رنگین شمعوں کے ملازم سے نقش و نگار بنائے جائیں۔ یہ سب کچھ تکمیل پا جانے پر شہنشا گیر بہ نفس نفیس رات کے وقت چراغاں کا لطف اٹھانے کے لئے تالاب پر پہونچا۔ تمام ساکنانِ شہر کو اس نظارہ سے ے لطف اندوز ہونے کی عام دعوت تھی۔ جہانگیر خود لکھتا ہے کہ "اس رات مسرت اور شراب کے پیالے بلاتخصیص ن رعایا کے لئے لبریز کر دیئے گئے تھے"۔

اگرچہ اہتمام عشرت میں کسی قسم کی کمی نہ تھی۔ شادمانی لونڈی باندیوں کی طرح دست بستہ حاضر تھی مگر گجرات کی آب و اعیش و عشرت کی فراغت کے واسطے ناساعد ثابت ہوئی حکما اور اطبا کی رائے سے شغل نا و نوش میں کمی کرنا ی۔ روزانہ کے معمول میں ۵ ۴ تولہ کے چھ جاموں کے بجائے ساڑھے ۳ تولہ کے چھ جام کرنا پڑے ساڑھے ت تولہ کی یہ کمی جہانگیر ایک دم برداشت نہ کر سکتا تھا اس لئے بالترتیب ایک ہفتہ میں عمل میں لائی گئی۔

شاہی دربار ۲۰ ستمبر ۱۶۱۸ء کو آگرہ کی طرف مراجعت کے عزم سے احمد آباد سے روانہ ہوا جلوس نے شاہی

اقامت گاہ سے تالاب کنکریہ کا راستہ اختیار کیا۔ جہانگیر راستہ پر زر و جواہر کی بارش کرتا جاتا تھا۔ کنکریہ کے تالاب پ پہونچکر سب سے پہلا پڑاؤ کیا گیا۔ جہاں شاہی لاؤ لشکر پانچ روز تک مقیم رہا۔ کنکریہ تالاب کے قیام کے دوران میں شمسی حساب سے بادشاہ کی سالگرہ نہایت شان و شوکت سے منائی گئی جہانگیر کو جواہرات میں تولا گیا۔ اصلی ت اور طلائی پھول درباریوں پر نچھاور کئے گئے اور اس کے بعد جلوس محمود آباد کی طرف روانہ ہوا۔ محمود آباد میں جہانگیر دس روز سے زیادہ مقیم رہا۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ احمد آباد کے بعد اس جگہ کی آب و ہوا مرغوب آئی اور کچھ اس وجہ سے کہ ابھی تک برسات کے اثرات باقی تھے۔ دریائے ماہی طغیانی کے عالم میں تھا۔ یہاں سے جہانگیر نے اُن مقامی اُمرا اور افسروں کو رخصت کر دیا جو گجرات کے دار الخلافہ سے چلے آرہے تھے۔ ان اشخاص میں معمر راؤ بھاری والئی کچھ اور سید محمد جو گجرات کے سادات بخاریہ میں سے تھے اور شاہ عالم اولیار کے پوتے تھے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ رخصت ہونے سے پہلے شہنشاہ نے سید محمد کو وہ تمام مراعات اور عطیات دینے کا حلف وعدہ کیا جن کی وہ خواہش کریں اور اصرار کیا کہ کچھ ضرور مانگیں یہ خود نہایت غیور اور فقر و درویشی کی جیتی جاگتی تصو تھے۔ غیر خالق کے سامنے کیا ہاتھ پھیلاتے۔ بہت اصرار پہ کہا کہ قرآن مجید کی ایک جلد مرحمت فرمائی جائے تاکہ و تلاوت کلام پاک سے شہنشاہ کے لئے اجر دارین کی دعا کریں۔ فوراً حکم ہوا کہ شاہی لائبریری سے ایک مطلا اور منقش جلد ہدیہ کی جائے۔ کہتے ہیں یہ جلد عجائبات روزگار میں سے تھی۔ مختصر یہ کہ شاہی جلوس سیر و سیاحت شکار اور طرح طرح کی تفریح کرتا سفیروں اور مملکت کے سربرآوردہ امرار اور روسار سے نذریں لیتا احمد آباد سے آگرہ تک پورے سات مہینہ میں پہونچا۔

باوجود تمام دشواریوں اور ناپسندیدگیوں کے جہانگیر کے قیام گجرات کی بڑی اہمیت ہے۔ دیگر امور سے قطع نظر سکوں سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے گجرات کا قیام غیر معمولی تاریخی حیثیت کا مالک ہے منطقة البروج سکے سب سے پہلے گجرات کے ورودِ شاہی پر ڈھالے گئے۔ ان کی تشکیل کا خیال شہنشاہ کو گجرات ہی میں پیدا ہوا اور یہیں اس خیال پر عمل بھی کیا گیا۔ یہ سکے جہانگیر کے دور کے خوبصورت ترین سکے خیال کئے جاتے ہیں سکوں پر بجائے

اس مہینہ کے نام کے جس میں وہ تیار ہوئے اور جاری کیے گئے متعلقہ منطقۃ البروج کا نقش کندہ کیا گیا ہے جو اس کی ظاہری زیبائش میں چار چاند لگا دیتا ہے۔ توزک جہانگیری میں بادشاہ نے دعوےٰ کیا ہے کہ یہ سکّے خاص اس کی اپنی ایجاد ہیں۔ جہانگیر کی نطانت اور صناعتی فہم کی مسلّمہ خصوصیات کے سامنے اس بیان کی صحت میں کسی شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس کے برخلاف ٹاورنیز کا یہ قول کہ یہ منطقۃ البروج سکّے نورجہاں کی چوبیں گھنٹہ کی مطلق العنان حکومت کی یادگار ہیں محض بے بنیاد ہے۔ مورخین نورجہاں کے مطلق العنان حکومت کے افسانہ کو متفقہ طور پر بے بنیاد ثابت کر چکے ہیں۔

گجرات کے دورِ قیام کی دیگر اہم خصوصیات میں سے ایک یہ روایت بھی ہے کہ قیام احمد آباد کے زمانہ میں جہانگیر نے نورجہاں کو احمد آباد میں نائب سلطنت اور گجرات کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اس روایت کے بارہ میں مورخین میں بڑا اختلاف ہے۔ لیکن اس کی موافقت میں متعدد مورخین نے زورِ قلم صرف کیا ہے ان کی تحقیق و تدوین کے سامنے اشتباہ کی زیادہ گنجائش باقی نہیں رہتی۔ جہانگیر اور نورجہاں کا غیر معمولی ربط اور بے پایاں معاشقہ افسانوی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ چنانچہ اس تاریخی عنصر میں بھی جہانگیر پر نورجہاں کے انتہائی اثر و اقتدار کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔ یہ بات بھی کم روشن نہیں کہ اس عظیم الشان اور جلیل المقدرت خاتون کی انتظامی صلاحیت اور سیاسی بصیرت خاص و عام کے وردِ زبان تھی۔ اس صورت میں اگر جہانگیر نے اسے اپنا نائب سلطنت بنا لیا تو کوئی بعید از قیاس بات نہیں۔

سب سے پہلے اس واقعہ کی طرف ۱۷۰۱ء میں انقوتیل دوپیران نے اشارہ کیا جس کی سند پر رابرٹ اوم، ایسٹ انڈیا کمپنی کا وقائع نگار اس کا اندراج کرتا ہے۔ اواخر اٹھارویں صدی عیسوی میں ہنری جارج بریگز اپنی تصنیف "گجراسٹر کے شہر" میں خاص تحقیق سے اس تاریخی روایت پر تصدیق کی مہر ثبت کرتا ہی۔ بعدہ سر جیمس کیمبل نے امپیریل گزٹیر میں اور مسٹر جیمس ڈاگلس نے اپنی مشہور و مقبول کتاب "بمبئی اور مغربی ہند" میں اس امر کو پوری تاریخی اہمیت اور وقعت سے مملو کیا ہے۔

شاہجہاں اور قحط جہانگیر کے ورودِ گجرات کا ذکر کافی طویل ہوگیا ہے لیکن عہد مغلیہ کے اعتبار سے جو اس کی اہمیت ہے وہ اختصار کی متحمل نہ ہوسکتی تھی۔ شاہجہاں کے دور میں اس خطۂ ملک سے متعلق زیادہ واقعات تاریخی حیثیت نہیں رکھتے۔ ایک حادثہ جسے قہر خداوندی کے نام سے منسوب کیا جاسکتا ہے اور جس کے اثرات لوگوں کو سالہا سال تک نہ بھول سکے۔ اس عہد کی واحد یادگار ہے۔ شاہجہاں کی زرین عہد حکومت کے تیسرے سال ۱۶۳۰ء میں مانسونی ہوائیں گجرات کے اوپر سے پانی برسائے بغیر گزر گئیں اور خشک سالی کی بنا پر ایک اندوہناک قحط رونما ہوا۔ یہ سال تو لوگوں نے چیخ پکار کر گذار دیا اور دوسرے سال کی آس لگا کر اچھے دنوں کا انتظار کرنے لگے۔ مگر ان کی بارش کی دعائیں دوسرے سال ایک شدید طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں۔ برسات میں جل کے تھل بھر گئے۔ کھیت اور میدان تالابوں کی صورت میں تبدیل ہوگئے۔ طوفانی اثرات نے تمام پیداوار کو تہ و بالا کر ڈالا گویا دوسرے الفاظ میں یہ کھلا ہوا پیام موت تھا۔ ایک عالمگیر تباہی اور مصیبت کا آغاز اس طرح اختتام پذیر ہوا بھوک اور ناداری کی وجہ سے آبادیاں ویران ہوگئیں۔ گجرات بھر میں عجیب نفسا نفسی کا دور دورہ تھا، ہلاکت اور غارت گری کا بازار گرم ہوگیا انسان انسان کو کھانے لگا۔

- عبدالحمید کے بادشاہ نامہ میں جو اس کی تفصیلات پائی جاتی ہیں وہ مورخین سے پوشیدہ نہیں تاہم انکا قدرِ قلیل اعادہ ضروری ہے۔ وہ لکھتا ہے:-

> "ایک روٹی کی قیمت ایک جان سے کہیں زیادہ تھی۔ ایک عورت یا بچہ کو دے کر ایک روٹی کا ملنا دشوار ہوگیا تھا۔ ایک ایک روٹی کے لئے منصب اور عہدے فروخت کئے جاتے تھے کوئی نہ لیتا تھا۔ عرصہ تک کتوں کا گوشت بکری کے گوشت کے بجائے بیچا گیا۔ مُردوں کی ہڈیاں پیس کر آٹے میں ملائی گئیں۔ آدمی آدمی کا لقمہ کرنے لگا۔ اولاد کی محبت ایک گوشت کے ٹکڑے کے مقابلہ میں ہیچ ہوگئی۔"

بادشاہ نامہ کا بیان غلو اور حاشیہ آرائی کا نتیجہ اس وجہ سے نہیں سمجھا جاسکتا کہ اس کا ایک ایک لفظ دوسرے

وقائع نگار کی تحریروں سے تائید مزید حاصل کرتا ہے۔ سورت کی تباہ حالی کے بارہ میں ایک معاصر ڈچ افسر ۱۱ر دسمبر ۱۶۳۱ء کے خط میں بٹاویا کی ڈچ کونسل کو مخاطب کر کے لکھتا ہے :-

"جب ہم ساحل پر سوالی نامی گاؤں میں پہونچے تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بہت سے لوگ بھوک سے ہلاک ہو چکے ہیں۔ ۲۶۰ خاندانوں میں سے جو اس گاؤں میں رہتے تھے اب صرف گیارہ خاندان باقی ہیں اور ان میں سے بھی اکا دکا آدمی۔ ہم یہاں سے سورت کی طرف بڑھے تو رستے میں بہت سی مردہ لاشیں پڑی ہوئی ملیں جنکو دبانے والا کوئی نہ تھا مردہ جسم خود ہی گل گل کر خشک ہو رہے تھے۔ سورت پہونچے تو وہاں ہزاروں باشندوں میں سے ایک بھی باقی نہ تھا متعفن لاشوں کے اتنے ڈھیر لگے تھے کہ اچھے خاصے آدمی جو یہاں سے گذرتے تھے زہریلے اثرات سے بیمار ہو جاتے تھے۔ گلی کے کونوں اور سڑکوں کے موڑ پر بیس بیس لاشے ایک دوسرے پر ڈھیر ہو رہے تھے۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ تیس ہزار آدمی مر چکے ہیں۔ انگریزوں کی اور ہماری اقامت گاہیں سب ہسپتال کی صورت اختیار کر چکی ہیں انگریز افسروں میں سے گیارہ اور ہمارے افسران میں سے تین فوت ہو چکے ہیں۔ انگریز اپنی جماعت کے صدر مسٹر راسٹل کی موت سے جو تقریباً بیس روز پہلے واقع ہوئی ہے بہت رنجیدہ اور دل گرفتہ ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ ابھی کئی سال تک یہاں پر تجارت کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔ آبادیوں کے پاس سڑکوں پر سے گذرنا مشکل ہے۔ قدم قدم پر بھوکے اور پریشان حال لوگ گھیر لیتے ہیں اور چیختے ہیں کہ یا تو ہمیں کھانا دو ورنہ ہمارا کام تمام کر دو۔ نہیں تو ہم تم کو زندہ نہ جانے دینگے۔ جب تک سامان رسد کی وافر پونجی ساتھ نہ ہو قتل کئے جانے کا بہت بڑا خطرہ ہے۔ میدانوں اور کھیتوں میں طوفان کے جل کے تھل بھرے پڑے ہیں اور تمام پیداوار غارت ہو چکی ہے سڑکوں

پر بلا کشتیوں کے چلنا دشوار ہے۔ طوفان کی کیفیت یہ ہے کہ شاید اس سے پہلے تاریخ عالم میں مثال نہ مل سکے "

ایک اور معاصر افسر نے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت میں تھا دو سال بعد اپنے سفر کے حالات لکھے ہیں۔ وہ قحط کے دوران میں سورت سے برہان پور تک گیا تھا۔ اس کے چشم دید واقعات یہ ہیں:۔

" قحط سالی کی وجہ سے غریب لوگوں میں تقریباً دس لاکھ جانیں تلف ہو چکی ہیں۔ اور اموات کے زہریلے اثرات سے بھی امیر و غریب لوگوں کی لاتعداد جانیں ضائع ہوئی ہیں۔ عورتوں نے بھوک میں اپنے بچوں کو بھون بھون کر کھایا۔ مردہ لوگوں کے جسم زندہ آدمیوں کے لئے سامانِ طعام بنے "

معلوم یہ ہوتا ہے کہ اموات کا باعث صرف قحط سالی ہی نہ تھی بلکہ بارش کی کثرت سے کچھ شدید امراض بھی ایسے پیدا ہو گئے تھے جن سے ایک ہمہ گیر بربادی کا دور دورہ شروع ہو گیا اور انسانیت کی تباہی کی پوری تکمیل ہو کر رہی۔

مغلیہ سلطنت کی طرف سے تمام افسران نے حفظانِ صحت اور قحط کے مذموم اثرات دور کرنے کی پوری کوشش کی مگر آسمانی بلاؤں کے مقابلہ میں جس قدر کامیابی ہو سکتی ہے ظاہر ہے۔ باوجود اس تمام عظمت اور بے سکون زندگی کے جو شاہجہاں کے دور کی خصوصیت ہے۔ گجرات ہی ایک ایسا صوبہ تھا جس نے عمائد سلطنت اور خود شاہجہاں کو قلبی اطمینان نصیب نہ ہونے دیا۔